انڈویجوئل لینڈ
انفرادی آزادی کے لئے کوشاں

Karachi Youth Initiative

کھیل اور کھلاڑی

سچی کہانی پر مبنی

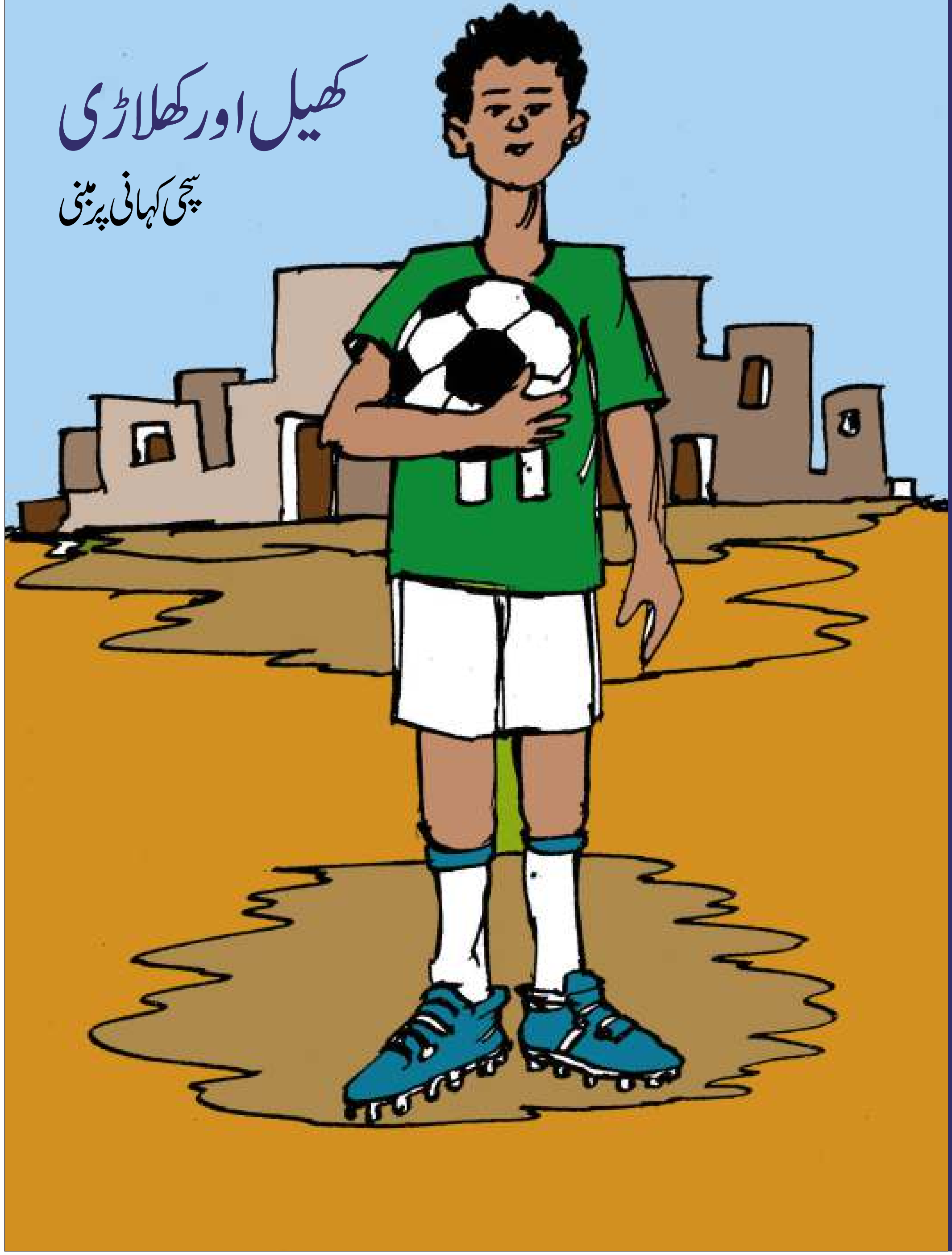

Contact us
info@individualland.com

individualland

individualland

www.individualland.com

کھیل اور کھلاڑی

کونٹینٹ ڈیویلپر (لکھاری)

سندس سیدہ، ذولفقار حیدر

یحیٰی احمد، فرحان خالد

کوارڈینیشن

سید فہد الحسن

ڈیزائینر

عدیل امجد، ڈاٹ لائینز

پبلیشر

انڈویجوئل لینڈ پاکستان

فہرست

پہلا کھلونا ـــــــــ ۲

میرا قصور ـــــــــ ٦

جنون ـــــــــ ۱۲

خواہشات کی تکمیل ـــــــــ ۱٦

لیاری کی شان ـــــــــ ۲۴

انڈویجوئل لینڈ

انفرادی آزادی کے لئے کوشاں

KYI

Karachi Youth Initiative

پیارے قارئین!

اسلام وعلیکم!

تندرستی ہزار نعمت ہے اور اس نعمت کو برقرار رکھنے کے لیے کھیل نہایت ضروری ہے۔کبھی وہ زمانہ تھا کہ لیاری کے فٹبالرز دنیا بھر میں پاکستان کا نام روشن کرنے کا ذریعہ بنتے تھےلیکن آج لیاری جیسے علاقے میں بھی زیادہ کھیل اور کھلاڑی دیکھائی نہیں دیتے۔اس سب کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جگہ جگہ عمارتیں تعمیر ہونے لگیں میدان تنگ ہونے لگے،علاقوں میں آبادی زیادہ ہونے کی وجہ سے ہر جگہ عمارتیں ہی عمارتیں نظر آنے لگیں گھروں کے سامنے کھیل کھیلنے کا رواج ختم ہوتا چلا گیا۔لیاری جو کہ کھیلوں کے لیے مشہور تھا نا جانے اس علاقے کو کس کی نظر لگ گئی ہمارے نوجوان کھیل اور تعلیم سے دور ہوتے چلے گئے اور اپنے ہاتھ دوسروں کے خون سے رنگنے کو بھی ایک کھیل کی صورت میں کھیلنے لگے۔لیاری میں جس کے بارے میں آئے دن بری خبریں سننے کو ملتی ہیں۔ایسے حالات میں بھی ایسے نوجوان اب تک یہاں بس رہے ہیں جنھوں نے اس آگ اور خون کے کھیل کو ترک کیا اور فٹبال پر توجہ دی۔ پوری دنیا میں پاکستان کا نام روشن کیا کیونکہ جس دھرتی کی آغوش نے انہیں سنبھالا تھا اس دھرتی پر کھیلے جانے والے کھیل ان کی رگوں میں خون بن کر دوڑتے ہیں۔

اس رسالے کے ذریعے ہم آپکی ملاقات ایک ایسے نوجوان سے کروائیں گے جو صرف لیاری میں ہی نہیں بلکہ اپنے کھیل کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں بسنے لگا۔اس نے ایک ایسی راہ کا انتخاب کیا جس کی وجہ سے اسکو باپ کی مار بھی سہنی پڑی۔ جسکا باپ اسکو پڑھا لکھا کر ایک اچھا اور بڑا آدمی بنانا چاہتا تھا،لیکن اسکو پڑھائی سے لگاؤ نہیں تھا۔اس نے کھیل کھیلنے کے لیے پڑھائی پر بھی توجہ دینی شروع کر دی کہ شاید پڑھائی میں اچھی کارکردگی کی وجہ سے ہی اسکا باپ اس کو کھیلنے کی اجازت باخوشی دے دے۔ایسا ممکن ضرور ہوا لیکن کیسے یہ جانیں گے آپ اس نوجوان کی کہانی پڑھ کر جس نے فٹبال کا انتخاب کیا اور یہ سیدھا سادہ سا نوجوان برے کاموں میں پڑنے کی بجائے فٹبال کھیل کر خود کو تسکین دیتا۔

وہ وقت بھی آیا جب قسمت اس پر مہربان ہوگئی اور اس کی محنت رنگ لے آئی پاکستانی ٹیم کی کٹ پہنے وہ بین الاقوامی سطح تک پہنچا۔واپسی پر وہ خود ہی نہیں آیا تھا بلکہ فخر سے تنے ہوئے سینے پر سجا جیت کا تمغہ پاکستان کے لیے اور فٹبال کے شیدائیوں کے لیے ساتھ لایا تھا۔یہ ان ماں باپ کے لیے ایک ایسا پیغام ہے جو اپنے بچوں کو جائز کھیل کھیلانے سے بھی ڈرتے ہیں،انہیں یہ ڈر ہے کہ ان کا بچہ کھیل کود کی وجہ سے باقی نوجوانوں سے پیچھے نہ رہ جائے۔اس نوجوان نے کھیل کے میدان میں اپنا نام پیدا کر کے ان ماں باپ کی سوچ بدل دی۔
پڑھیے! باپ کی مار اور فٹبال سے پیار کی کہانی جس میں اس نوجوان کو فٹبال کے میدان تک پہنچنے کے لیے کتنی آزمائشوں سے گزرنا پڑا، اس کی ثابت قدمی اور لگن نے اس کو کس مقام پر پہنچایا پڑھیے اسکی زندگی میں آنے والی آزمائشوں کا ہر باب۔

کہانی کے اصلی کردار کی شناخت کو ظاہر نہ کرنے کے لئے فرضی ناموں کا استعمال کیا گیا ہے۔

پہلا کھلونا

ایک تین سال کی عمر کا بچہ جس کا نام کامران ہے، زمین پر بیٹھا کھلونوں سے کھیل رہا ہے۔ بچے کی ماں گھر کا کام کر رہی ہے، اور کبھی کبھار آ کر وہ بچے کو دیکھ لیتی ہے اور پھر کام میں مصروف ہو جاتی ہے۔ کھانے کا وقت ہونے والا ہے۔ وہ جلدی جلدی توے پر روٹی ڈالنا شروع کر دیتی ہے، کیونکہ کامران کے والد کھانے کے لیے گھر آنے ہی والے ہیں۔ ابھی اس نے آخری روٹی اتار کر کپڑے میں رکھی ہی تھی کہ باہر کا دروازہ کھلا اور کامران کے والد گھر میں داخل ہوئے، ان کے ہاتھ میں ایک لفافہ بھی ہے ۔ بیوی ہاتھ دھونے کے لیے غسل خانے کی جانب چلی جاتی ہے اور کامران جو کہ زمین پر بیٹھا کھیل رہا تھا، باپ کو گھر آتا دیکھ کر باپ کی جانب دوڑ پڑتا ہے۔

تھکا ہارا باپ اپنے کندھے پر رکھے رومال سے پسینہ صاف کرتے ہوئے گھر میں داخل ہوتا ہے۔

ایک ہاتھ سے وہ پسینہ صاف کرتا ہے جبکہ دوسرا ہاتھ وہ کمر کے پیچھے چھپا لیتا ہے جیسے ہاتھ میں پکڑی ہوئی کوئی چیز چھپا رہا ہو۔ کامران کو اپنی طرف آتا دیکھ کر وہ زمین پر گھٹنے ٹیک کر بیٹھ جاتا ہے۔ اب بھی اس کا ایک ہاتھ کمر کے پیچھے ہی ہے۔ کامران باپ کی جانب لپکتا ہے اور اس سے سوال کرتا ہے کہ "ابا میرے کھلونے؟" اب

کامران کی نظریں کسی چیز کی متلاشی ہیں جیسے اس کو یقین ہو کہ اس کا باپ اس کے لیے کھلونے لے کر آیا ہوگا۔

تب ہی کامران کا باپ ہاتھ میں پکڑے لفافے کو کامران کے سامنے لہرا تا ہے۔ یہ دیکھ کر کامران خوشی کے مارے لفافے پر جھپٹتا ہے اور

جلدی سے اس کو کھولنے میں مصروف ہو جاتا ہے۔ کامران کا چہرہ خوشی کے مارے جگمگا اٹھتا ہے اور وہ بے اختیار ہو کر کہتا ہے "فٹ بال" وہ ماں کو اپنی جانب توجہ دلانے کی خاطر ایک بار پھر زور سے پکارتا ہے" اماں فٹ بال" ۔ کامران کا باپ اس کے لئے فٹ بال لے کر آیا ہے۔ بہت عرصے سے کامران باپ سے ضد کر رہا تھا کہ وہ اس کو نیا فٹ بال لے کر دے۔ اب فٹ بال

کے آجانے پر جیسے اس کی دلی مراد پوری ہو گئی ہو۔ اس کی ماں کوئی خاص خوشی کا اظہار کیے بغیر کھانے کی جانب چلی جاتی ہے جبکہ کامران فٹ بال لے کر سائیڈ پر کھیلنے لگ جاتا ہے۔

کامران کے باپ کی نظریں بھی کھانے پر پڑتی ہیں اور وہ ہاتھ دھونے غسل خانے کی جانب چلا جاتا ہے۔ ماں باپ دونوں بیٹھ کر کھانا کھانے لگتے ہیں اور کامران دنیا سے بے خبر فٹ بال کھیلنے میں مشغول ہو جاتا ہے۔ خاموشی سے کھانا

کھاتے ہوئے اچانک کامران کی ماں اپنے شوہر کو مخاطب کر کے کہتی ہے" گھر میں کھانے کے لیے کبھی کچھ ملتا ہے اور کبھی نہیں، اگر چند روپے آ ہی گئے تھے تو فٹ بال خریدنے کی کیا ضرورت تھی؟" کامران کا باپ چند لمحے خاموش رہنے

کے بعد بولا" بچہ ہے ضد کر رہا تھا، اس کے علاوہ ہم دے ہی کیا سکتے ہیں سال میں ایک کھلونا لا دیا بس۔۔۔" ابھی کامران کے والد بول ہی رہے تھے کہ اس کی والدہ نے بات کاٹتے ہوئے کہا" بچہ ہے وہ تو ضد کرے گا ہی اس کو ہمارے حالات کا اندازہ تو نہیں، لیکن آپ کو تو اندازہ ہے نا کہ ہماری گزر بسر کتنی مشکل سے ہوتی ہے"۔ کامران کے والد خاموش ہو کر کھانا کھانے لگتے ہیں۔

کامران کا باپ گدھا گاڑی چلا کر بیوی بچوں کا پیٹ پالتا ہے۔ان کی گزر بسر بمشکل ہوتی ہے، کبھی کھانا نصیب ہوتا ہے اور کبھی پانی میں مرچیں گھول کر کھانے پر ہی خدا کا شکر کیا جاتا ہے۔انہی حالات کو دیکھتے ہوئے کامران کے دادا دادی اس کو پالنے کے لیے اپنے گھر لے گئے تھے۔کامران کی ماں کو جب بھی اس کی یاد آتی وہ اسے چند دنوں کے لیے گھر واپس لے آتی تھی۔

لیکن آج جب اس نے دیکھا کہ اس نے باپ سے فرمائش کر کے فٹ بال منگوایا ہے تو اس نے دل پر پتھر رکھ کر اس کو دوبارہ واپس بھیجنے کا ارادہ کر لیا۔کھانا کھانے کے بعد کامران کے باپ نے کچھ دیر آرام کیا اس کے بعد جیسے ہی اس نے

دوبارہ جانے کے لیے گدھا گاڑی تیار کی تو کامران کی ماں نے آواز دی" کامران کو بھی اس کے دادا دادی کے گھر واپس چھوڑ آیئے "۔ کامران کے والد نے ایک نگاہ کامران کی ماں اور اس کے ساتھ کھڑے کامران پر پڑی جو فٹ بال ہاتھ میں لیے جانے کو تیار کھڑا تھا۔باپ بھی راضی ہو گیا، آخر کار اس کو واپس وہاں ہی جانا تھا۔تبھی باپ نے اس کے ہاتھ سے فٹ بال لیتے ہوئے کہا"جب تم دوبارہ آؤ گے تب اس فٹ بال سے کھیلنا یہ یہاں ہی رکھ جاؤ"۔

کامران خاموشی سے آنکھوں میں آنسو لیے باپ کو دیکھ رہا تھا۔ماں نے اس کو اٹھا کر گدھا گاڑی پر بیٹھایا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ماں اور باپ دونوں جانتے تھے کہ یہ رونا ان سے جدائی کا نہیں بلکہ اپنے کھلونے سے جدائی کا ہے۔پیدا کرنے والے تو وہ تھے لیکن کامران کو پالنے والے اس کے دادا دادی تھے اس لیے وہ ان کے گھر واپس جاتے ہوئے خوش ہوتا تھا۔ لیکن آج یہ رونا۔۔۔۔" فٹ بال" اس کے سسکتے لبوں سے آواز نکلی، تب ہی باپ نے گدھا گاڑی چلا دی اور دور تک ماں گدھا گاڑی پر بیٹھے کامران کو جاتا دیکھتی رہی۔

میرا قصور

کامران سات سال کا ہو گیا تھا۔ یہ سال کیسے بیتے اس کا اندازہ ان کو ہی ہے جو اپنی اولاد سے دور رہے یا وہ معصوم جس نے ماں کی مامتا اور باپ کی شفقت سے محروم رہ کر زندگی گزاری، اس کی وجہ کچھ اور نہیں بلکہ غربت جیسی وہ لعنت تھی جس کا سامنا اس کو آنکھ کھولتے ہی کرنا پڑا تھا۔ کامران دادا دادی کے گھر رہتا تھا، اس کو وہیں ایک اسکول میں داخل کروادیا گیا تھا۔ جیسے جیسے وہ بڑا ہوتا جا رہا تھا اس کا فٹ بال کھیلنے کا شوق بھی بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ لیاری کے علاقے میں پیدا ہونے والے اس بچے کا فٹ بال سے لگاؤ قدرتی تھا۔ وہ اپنے اسکول جاتے ہوئے، اسکول میں گویا ہر جگہ اس کھیل کو دیکھتا تو اس کا بھی دل کرتا کہ وہ بھی یہ کھیل کھیلے۔ ایک دن کامران دادی کے ساتھ سٹور میں کھڑا تھا کہ اس کو پیٹی کے پیچھے پڑا ایک فٹ بال نظر آیا۔ مٹی سے ۔۔۔ پرانا فٹ بال اٹھا کر کامران خوشی سے سٹور سے باہر چل پڑا۔

اس کے انکل بھی کسی ٹیم کے ساتھ فٹ بال کھیلتے تھے کامران ان کو دیکھتا تھا، کامران کا بھی دل کرتا تھا کہ وہ بھی کسی ٹیم کے ساتھ فٹ بال کھیلے۔ کامران کے ہاتھ میں پرانا فٹ بال آنے کی دیر تھی وہ ہر وقت دیوار کے ساتھ فٹ بال مار مار کر کھیلتا رہتا اس کا کوئی ساتھی نہیں تھا جسکے ساتھ وہ فٹ بال کھیل سکتا۔

بس یہ دیواریں ہی تھیں۔ جب کامران کا فٹ بال کچی دیواروں یا کبھی چھت سے ٹکراتا تو سیمنٹ یا اینٹوں کے زرے نیچے گرتے رہتے۔ کبھی وہ کوئی کھڑکی توڑ دیتا تو کبھی کوئی شیشہ، اس کی وجہ سے اس کو مار بھی پڑتی رہتی لیکن فٹ بال کا جنون تھا کہ اس کے سر سے اترتا ہی نہیں تھا۔ اسکول سے واپسی پر اکثر وہ فٹ بال کھیلنے چلا جاتا تھا۔ ایک دن اسکول سے واپسی پر وہ فٹ بال کھیلنے کے لیے گراؤنڈ کی جانب چل پڑا۔ وہاں پہنچ کر اس نے دیکھا کہ ۲ ٹیمیں کھیل رہی ہیں۔ اس نے باری باری دونوں ٹیموں کو کہا کہ وہ اس کو بھی اپنے ساتھ کھلا لیں لیکن دونوں نے اس کو ساتھ کھلانے سے انکار کر دیا۔ وہ پاس بیٹھا کھیل دیکھتا رہا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آ گیا۔ اب یہ اس کا روز کا معمول بن گیا تھا وہ جاتا، لوگوں کو کھیلتے دیکھتا اور واپس آ جاتا۔

ایک دن کامران گراؤنڈ میں بیٹھا گیم دیکھ رہا تھا۔ایک فٹ بالر کے زخمی ہو جانے پر ایک لڑکا اس کی جانب آیا "تم فٹ بال کھیلنا چاہتے ہو؟" کامران کی خوشی کی انتہا نا رہی اس نے فوراً کہا" ہاں میں کھیلنا چاہتا ہوں، میں بہت اچھا کھیلوں گا۔" اس لڑکے نے کہا" آ جاؤ ہمارے ساتھ کھیلو"۔

کامران جلدی سے اٹھ کر اس کے ساتھ چل پڑا۔تبھی سب کھلاڑی اس کی جانب متوجہ ہوئے۔اس لڑکے نے کہا ہم اس کو ساتھ کھلا لیتے ہیں ہمارے پاس کوئی اور کھلاڑی نہیں اور ہمارا کھلاڑی زخمی ہوگیا ہے۔" جس ٹیم کا کھلاڑی زخمی ہوا تھا انہوں نے کامران کو غور سے دیکھا اور سوال کیا" تم ایسے ہی چپلوں کے ساتھ کھیلو گے؟" کامران کی نگاہ ان سب کے بوٹوں پر پڑی اور پھر اس نے اپنی پرانی چپلوں پر نظر ڈالتے ہوئے کہا" ہاں میں ایسے ہی کھیلوں گا میرے پاس ابھی بوٹ نہیں ہیں لیکن کل میں بوٹ پہن کر آؤں گا، آج مجھے ایسے ہی کھلا لو"۔ اس ٹیم کے پاس اور کوئی چارہ نہیں تھا انہوں نے کامران کو اپنے ساتھ کھیلنے کی اجازت دے دی اور یہی کامران کی دلی خواہش کی تکمیل کا آغاز تھا۔

کامران فٹ بال کھیلنے کے بعد خوشی خوشی گھر داخل ہوتا ہے اس کو اندازہ ہی نہیں کہ کھیل کھیل میں شام ہو چکی ہے۔جیسے ہی وہ گھر داخل ہوا تو اس کی دادی نے کہا" تم کہاں تھے میں کب سے تمہارا انتظار کر رہی تھی؟"۔ وہ کچھ شرمندہ ہو کر

بولا" میں فٹ بال کھیل رہا تھا مجھے پتہ ہی نہیں چلا کہ اتنی دیر ہو چکی ہے"۔دادی نے کہا' تمہیں پتہ ہے نا کہ تمہارے اسکول سے روز شکایات آتی ہیں تم پڑھائی پر توجہ کیوں نہیں دیتے؟" کامران ہاتھ باندھے دادی کے سامنے کھڑا رہا۔ دادی نے اس کی جانب سے کوئی جواب نا آنے پر پھر کہا" میں تمہارے ماں باپ کو کیا منہ دیکھاؤں گی؟ ہر وقت کھیل کود میں لگے رہتے ہو، اسکول کی فیس بھی ضائع اور پڑھائی بھی نہیں کرتے؟" کامران نے دادی سے کہا میں آئندہ پڑھوں گا اور محنت کروں گا، آئندہ آپ کو شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔" دادی نے اس کو پیار سے پچکارا اور کہا" چلو آؤ کھانا کھا لو میں تمہاری وجہ سے کافی پریشان تھی اس لیے تمہیں ڈانٹ دیا"۔

کامران اگلے دن اسکول سے آیا کھانا کھایا اور دادی سے بولا" دادی میں فٹ بال کھیلنے جا رہا ہوں، دیر سے گھر واپس آؤں گا"۔ دادی نے اثبات میں سر ہلا دیا وہ اس کو روک نہیں سکتی تھی کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ کامران اب نہیں رُکے گا۔ فٹ بال اس کا جنون ہے اور وہ ہر حال میں فٹ بال کھیلنے ضرور جائے گا۔ کامران گھر سے باہر نکلنے لگا تو اس کو

یاد آیا کہ باقی لڑکوں نے بوٹ پہنے ہوئے تھے ،اس نے کہا تھا کہ آج وہ بھی بوٹ پہن کر آئے گا۔ وہ واپس مڑا اور بوٹ پہن کر باہر کی جانب چل پڑا۔گروئنڈ میں پہنچا تو باقی ٹیم کے لوگ اس کا ہی انتظار کر رہے تھے۔کامران نے خوشی سے کہا" آج میں بوٹ پہن کر آیا ہوں"۔ چند لڑکوں نے اس کے بوٹ دیکھ کر ہنسنا شروع کر دیا۔تب ہی ان میں سے ایک لڑکے نے کہا" فٹ بال کے لیے الگ بوٹ ہوتے ہیں یہ اسکول کے بوٹ ہیں یہ پہن کر کھیلو گے تو یہ پھٹ جائیں گے"، پھر اس نے تھوڑی دیر کچھ سوچا اور

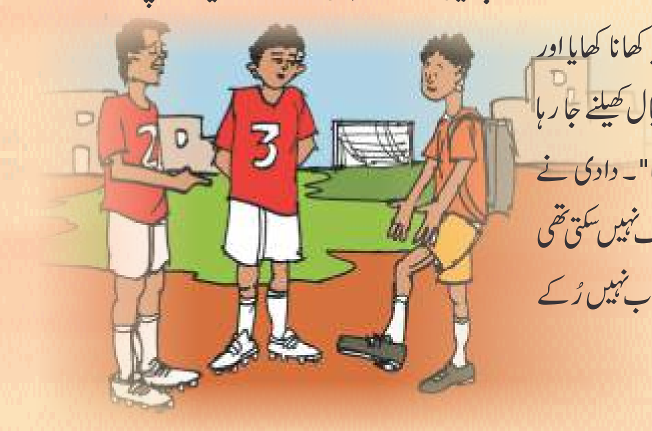

کہا" کوئی بات نہیں تمہارے پاس اگر دوسرے بوٹ نہیں ہیں تو تم ان ہی بوٹوں سے کھیل سکتے ہو"۔ کامران بس یہ سن کر خوش ہو گیا کہ وہ ٹیم کے ساتھ فٹ بال کھیلے گا۔ ایک لڑکے نے اس کو کہا" تمہاری گیم بہت اچھی ہے تم بہت اچھا کھیلتے ہو، تم بھی ہمارے ساتھ ہمارے کوچ سے سیکھ کر اپنی گیم اور بھی اچھی کر سکتے ہو"۔ اس نے کہا" میں ضرور کوچ سے بھی سیکھوں گا۔ کامران ایک اچھا فٹ بالر تھا لیکن ابھی اس کی عمر کم تھی جس کی وجہ سے اس کی گیم دیکھے بغیر ہی لڑکے اس کو ٹیم میں کھلانے سے انکار کر دیتے تھے۔

آج وہ بہت خوش تھا کی کسی ٹیم کے ساتھ کھیلنے کی خواہش پوری ہو رہی ہے۔ لیکن اس کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اس کو خوشیاں راس نہیں آتیں۔ وہ اپنی ہی دھن میں مگن کھیل رہا تھا بلکہ آج تو اس نے کمال کر دیا تھا، اس کی وجہ سے ہی ٹیم میچ جیتی تھی۔ کھیل ختم ہونے ہی والا تھا کہ کامران نے فٹ بال کو ہٹ لگائی اور گول ہو گیا اور پھر کیا تھا، وہ اپنی ٹیم کے باقی کھلاڑیوں کے کندھوں پر تھا، سب خوشی سے اس کو اٹھا کر ہوا میں بلند کر رہے تھے۔ کامران کی تو خوشی کی انتہا ہی نہیں تھی وہ خوشی سے چیخیں مارتا ان کے کندھوں پر سوار اچھل رہا تھا۔ اسی خوشی میں وہ جب گھر داخل ہوا تو اس نے سامنے اپنے ماں باپ کو بیٹھے دیکھا ان کو دیکھ کر اس کا چہرہ دمک اٹھا۔ ایک تو اس کو میچ جیتنے کی خوشی تھی دوسرا اس کے ماں باپ اس سے ملنے آئے تھے، وہ دوڑ کے اپنی ماں کے پاس گیا اور ان کے گلے لگ گیا۔ تب ہی باپ کی گرج دار آواز نے اس کو چونکا دیا" تمہیں میں نے اس لیے یہاں بھیجا تھا کہ تم آوارہ پھرو، تمھاری ایک ایک خبر مجھے ملتی ہے۔ میں چاہتا تھا کہ تم پڑھ لکھ جاؤ لیکن تم نے میرے خواب بکھیرنے کا عہد کیا ہوا ہے۔" باپ نے تھوڑا توقف کیا تو کامران نے کہا" میں اسکول کے بعد گراؤنڈ گیا تھا"۔

باپ نے کامران کا ہاتھ پکڑا اور اس کو اپنے ساتھ گھسیٹتے ہوئے کہا" اب میں تمہیں اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا اور اب تم میرے ساتھ رہو گے "۔ دادی نے کہا" تم اس کو کیسے پالو گے میں نے بچپن سے پالا ہے میں آئندہ اس پر توجہ دوں گی اس کو نا لے کر جاؤ"۔ باپ نے کہا" جہاں باقی آٹھ بچے پل رہے ہیں وہاں یہ بھی پل جائے گا، میں نہیں چاہتا کہ یہ بھی میری طرح ان پڑھ رہ کر در در کے دھکے کھائے"۔ کامران کا باپ اس کو لے کر واپس گھر آ گیا۔ کامران روتے ہوئے سو گیا۔ صبح جب اس کی آنکھ کھلی اور اس نے سب بچوں کو اسکول جاتے دیکھا تو اس نے ڈرتے ڈرتے باپ سے پوچھا "میں بھی اسکول جاؤں؟" باپ نے کہا" نہیں، تم اب اس اسکول میں نہیں جاؤ گے میں تمہارا یہاں پاس والے اسکول میں داخلہ کروا دوں گا"۔ اب تم اس علاقے میں دوبارہ نہیں جاؤ گے جہاں تم آوارہ گردیاں کرتے ہو"۔ کامران کے باپ نے اس کا داخلہ گھر کے قریب والے اسکول میں کروا دیا، لیکن اس کا اسکول بدلنے سے اس کا باپ اس کا جنون نہیں بدل سکتا تھا۔ کامران کا نئے اسکول میں داخلہ اور لیاری کے اس علاقے میں بھی وہی کھیل تھا اور کامران کا جنون تھا کہ کم نا ہوتا تھا۔

انڈوویجوئل لینڈ
انفرادی آزادی کے لئے کوشاں

KYI
Karachi Youth Initiative

کھیل اور کھلاڑی

سچی کہانی پر مبنی

جنون

گلی میں ایک کہرام برپا تھا، کامران کا باپ کامران کو گدھا ہانکنے والی لاٹھی سے مار رہا تھا۔ سارا محلّہ اس کو چھڑوانے کی کوشش میں تھا،لیکن کامران کا باپ اس کو مارتا جارہا تھا۔ محلے کے چند لوگ تماشائی بھی تھے جو مار پڑتا دیکھ رہے تھے اور اس کے باپ کو اور بھڑکا رہے تھے وہ کہتے جاتے " تمہارا لڑکا آوارہ ہوتا جا رہا ہے خوب مارو،خوب مارو'اب کامران کا باپ اس کے پاؤں پر مار رہا تھا اور کہتا جاتا تھا"میں تمہیں اس قابل ہی نہیں چھوڑوں گا کہ تم فٹ بال کھیل سکو"۔آخرکار محلے کے ایک بزرگ نے آگے بڑھ کرکامران کے باپ سے لاٹھی لیتے ہوئے کہا" بس کرو بچہ ہے اس عمر میں نہیں کھیلے گا تو کیا تمہاری اور میری عمر میں کھیلے گا"۔کامران زاروقطار روتے ہوئے اب گھر کے اندر بھاگ گیا تھا۔ محلے کے لوگ بھی یہ تماشا دیکھنے کے بعد طرح طرح کی باتیں کرتے اپنے اپنے گھروں کی جانب روانہ تھے۔

کامران آج بھی گھر دیر سے آیا تھا اس کا باپ گھر واپس آتے ہوئے گراؤنڈ سے گزرا تو کامران فٹ بال کھیل رہا تھا۔ اس کا باپ اس کو پڑھانا چاہتا تھا وہ اس کو کھیل سے اور لیاری کے اس ماحول سے دور رکھنا چاہتا تھا۔لیکن کامران پر فٹ بال کھیلنے کا بھوت سوار تھا۔ وہ روزانہ باپ سے مار کھاتا لیکن فٹ بال کھیلنے سے باز نہ آتا

تھا۔اب تو وہ باقاعدہ ایک ٹیم کے ساتھ کھیلتا تھا، اس ٹیم کا ایک کوچ بھی تھا جو کامران کی بہت مدد کرتا تھا۔ کامران اس ٹیم کے ساتھ دوسرے علاقوں میں بھی جاتا اور وہاں بھی فٹ بال کھیل کر آتا۔ وہ جب بھی کوئی کھیل کھیل کر آتا آگے اس کا باپ اس کی فٹ بال کھیلنے کی خوشی کو ختم کرنے کے لیے ہاتھ میں کبھی جوتا اور کبھی ڈنڈا لیے اس کے فٹ بال کا نشہ اتارنے کے لیے گھر کے دروازے میں کھڑا ملتا۔اور آج بھی یہ ہی ہوا تھا۔ جو تماشا آج پورے محلے نے دیکھا تھا وہ ان کے لیے نیا نہیں تھا۔ نا ہی کامران کھیل سے باز آتا نا ہی اس کا باپ مارنے سے ہاتھ روکتا۔ محلے کے چند لڑکوں نے اس کی گیم دیکھ کر اس کو فٹ بال تک لے کر دی اور یوتھ لیول پر اس کو کھلانے کے لیے ٹرائل دینے کا کہا۔ تب بھی اس کے باپ نے اس کو بہت مارا تھا، اس کے پاؤں سوجھ گئے تھے لیکن کھیل کا جنون مزید بڑھ گیا تھا۔ انسان کی فطرت ہے اس کو جس کام سے منع کیا جائے وہ اس کام کی جانب زیادہ متوجہ ہوتا ہے اور اس کو بار بار کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ رمضان کا مہینہ تھا محلے کے لڑکوں نے سمجھایا کہ وہ بھی فٹ بال کھیلتے ہیں کامران کا باپ بھی اس کو ان کے ساتھ کھیلنے دے۔

رات کو جب سب لوگ روکھی سوکھی کھا کر سوگئے تو کامران کے باپ کی ایک آواز سے آنکھ کھلی یہ کامران کی ماں تھی جو کامران کو پیار کرتے ہوئے اس کو کھانا کھلا رہی تھی۔اور اس سے باتیں کر رہی تھی۔کامران کا باپ خاموشی سے

ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ کامران نے ایک نظر باپ کو دیکھا اور نظریں جھکا دیں۔ کامران کے باپ نے کامران کے کندھے پر ہاتھ رکھا لیکن کامران نے نظریں اٹھا کر باپ کی جانب نا

دیکھا، باپ سمجھ گیا کہ بیٹا ناراضگی کا اظہار کر رہا ہے۔ باپ نے کہا" کامران تمہیں معلوم ہے نا ہمارا گزارا کتنی مشکل سے ہوتا ہے، ان حالات کے ذمہ دار تم لوگ نہیں ہو اس کا ذمہ دار میں خود ہوں۔ آج میں تمہیں اپنی کہانی بتاتا ہوں تم سنو گے؟" کامران نے ایک نظر باپ کے مایوس چہرے پر ڈالی اور پھر نظریں جھکا لیں۔

کامران کے باپ نے کہا" میں نے تمہاری طرح موج میں زندگی گزاری اور پڑھائی کی جانب توجہ نہیں دی اور آج میں اس حال میں ہوں کہ اپنے بچوں کو بھی اس کی سزا دے رہا ہوں" یہ کہتے ہوئے کامران کے باپ کی آنکھوں سے آنسو چھلک آئے کامران کی ماں نے اس کے باپ کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا" آپ اتنی محنت کرتے ہیں، اور دھکے کھاتے ہیں جو آپ سے بن پاتا ہے آپ کرتے ہیں، گیا وقت ہاتھ نہیں آ سکتا، آپ پریشان نا ہوں"۔ اب کامران کے باپ نے دوبارہ بولنا شروع کیا" کامران تم میرے سب سے بڑے بیٹے ہو

میں چاہتا ہوں کہ تم پڑھائی میں دل لگاؤ، اور میرے لیے نہیں بلکہ اپنے مستقبل کو سنوارنے کے لیے تعلیم حاصل کرو۔ " کامران نے کچھ بولے بغیر اپنے تکیے کے نیچے سے ایک کارڈ نکال کے باپ کی جانب بڑھایا۔ باپ نے کہا" تمہیں معلوم ہے میں پڑھنا لکھنا نہیں جانتا یہ کیا ہے؟" کامران نے کہا یہ میرا رزلٹ کارڈ ہے آج میرا نتیجہ نکلا ہے میری کلاس میں دوسری پوزیشن آئی ہے"۔ باپ نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے کامران سے کارڈ پکڑا اور ایک جھٹکے سے اس کو گلے لگا کر رونے لگا۔ اب کامران بھی رو رہا تھا۔ کامران کی ماں نے دونوں کو تسلی دیتے ہوئے کہا" ماں باپ بچوں کی بہتری کے لیے ان کو مارتے ہیں تا کہ وہ زمانے کی مار سے بچ جائیں"۔

کامران فٹ بال کھیلنا نہیں چھوڑ سکتا تھا اب وہ لائق بچوں میں شامل ہو چکا تھا اور اپنی کلاس میں کبھی اول آتا کبھی دوئم، پڑھائی کے ساتھ ساتھ اب وہ فٹ بال بھی کھیلتا تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ اس کو باپ کی جانب سے اجازت مل گئی تھی بلکہ اب بھی اس کا باپ اس کو دیر سے کھیلنے پر کبھی کبھار مارتا اور غصہ کرتا۔ اس کا باپ سمجھتا تھا کہ وہ سمجھانے کے باوجود اس کی بات نہیں سمجھا اس وجہ سے وہ فٹ بال نہیں چھوڑ سکتا۔ لیکن کامران اپنی کلاس میں بھی اب دل لگا کر پڑھتا اور ساتھ ساتھ شام کو کھیلنے جاتا۔ جیسے جیسے سب بچے بڑے ہو رہے تھے ان کی تعلیم کے اخراجات اٹھانا مشکل ہوتا جا رہا تھا۔ اب کامران نے باپ کا سہارا بننے کا ارادہ کر لیا تھا۔

خواھشات کی تکمیل

گرمیوں کی تپتی دوپہر میں فٹ بال کی دو ٹیمیں میچ کھیل کر فارغ ہوئی تھیں۔ جیتنے والی ٹیم کے کھلاڑی ایک نعرہ بلند کر رہے تھے،۔ ہمارا جبو زندہ باد! جبو، جبو، جبو۔ جیتنے والی ٹیم کے کھلاڑی میدان میں اچھلتے ہوئے خوشی کا اظہار کر رہے ہیں۔ اس کھیل کو جیتو آنے والے کھلاڑی کا نام پکارتے ہوئے وہ سب باری باری اس کو تھپکی اور شاباش دے رہے تھے۔ آخر یہ جبو ہے کون؟

کامران کو فٹ بال کھیلتے تقریباً ۴ سال ہو گئے تھے اور وہ اپنے نام سے نہیں بلکہ اپنے چھوٹے بھائی جبار کے نام سے جانا جانے لگا تھا۔ سب لوگ اس کو پیار سے جبو کہتے تھے۔ کامران فٹ بال ٹیم کے ساتھ جب کسی دوسرے علاقے میں جا کر کھیلتا تو جیت اور کھیلنے کا معاوضہ بھی دیا جاتا تھا۔

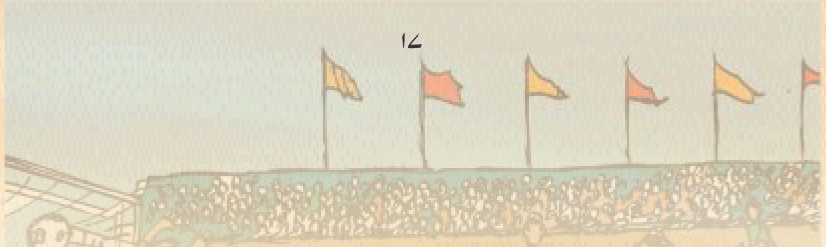

کامران گھر داخل ہوا تو اس کا باپ سامنے بیٹھا تھا اس نے جا کر باپ کو سلام کیا اور پسینے سے بھیگی ہوئی شرٹ کو پنکھے کے نیچے سکھانے لگا۔ وہ باپ کے پاس چارپائی پر بیٹھ گیا اور اپنے بوٹ اتارنے لگا، بوٹ اتارنے کے بعد اس نے اپنی جرابوں میں سے چند روپے نکالے اور باپ کی جانب بڑھا دیے باپ نے ایک لمحے کو بیٹے کے ہاتھوں میں موجود پیسوں کو دیکھا اور پھر اس کے چہرے پر خوشی کے آثار دیکھ کر اس کو سینے سے لگا لیا۔ اب کامران جب بھی کھیل کر آتا تو اس کی جرابوں میں پیسے ہوتے باپ بھی خوش تھا اور تسلی میں تھا کہ اس کا بیٹا پڑھائی میں بھی آگے ہے اور کھیل کی وجہ سے اس کو ایک جائز اور ہلال روزگار بھی مل گیا ہے۔

اب کامران جیسے جیسے بڑا ہوتا جا رہا تھا اس کو عقل آتی جا رہی تھی کہ وہ گھر میں سب سے بڑا بچہ ہے اس کو اپنے ماں باپ کے بڑھاپے کا سہارا بننے کے ساتھ ساتھ اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کی خواہشات کی بھی تکمیل کرنی تھی۔ کامران کے باپ کی خواہش تو پوری ہوگئی تھی، اس کا بیٹا دل لگا

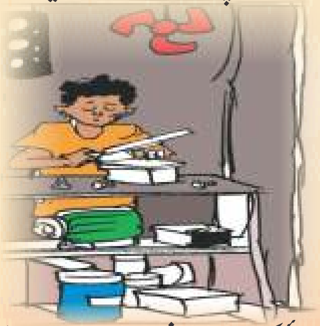

کر پڑھائی کرتا اور فارغ اوقات میں فٹ بال کھیلتا۔ لیکن اب کامران ہر وقت فٹ بال کھیلنے نا جاتا بلکہ اب وہ اسکول سے واپس آکر نٹ بولٹ کی ایک چھوٹی سے دوکان پر کام بھی کرتا تھا اور شام کو جو وقت بچ جاتا اس میں فٹ بال کھیلتا تھا۔ کامران کو ساٹھ سے ستر روپے تک دیہاڑی مل جاتی تھی۔ اب یہ حالات تھے کہ کم سے کم وہ بھوکے نہیں سوتے تھے بلکہ روکھی سوکھی کھا کر بھی

اللہ کا شکر ادا کرتے ۔ کامران کا کوچ بھی اس کا بہت خیال رکھتا تھا اور اس کو کھانے کے لیے کچھ نا کچھ دیتا اور اس کی مالی امداد بھی کرتا تھا۔

ایک دن کامران اور اس کے ساتھ کے دولڑکے سڑک کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے کہ چند لوگ آئے اور انہوں نے کہا کہ فٹ بال کے ٹرائل دینے ہیں تو تین بجے گراؤنڈ میں آ جانا۔ کامران اور اس کے ساتھیوں نے ان کا مذاق اڑایا اور ان لوگوں کو وہاں سے بھگا دیا۔ کامران صرف یہ جانتا تھا کہ گراؤنڈ میں فٹ بال کھیلی جاتی ہے اس کو یہ معلوم نہیں تھا کہ جو ٹیمیں قومی اور بین الاقوامی سطح پر کھیلتی ہیں وہ بھی ان ہی کی طرح اپنے محلے کے گراؤنڈوں میں کھیل کر اور وہاں سے ہی سلیکٹ ہو کر آگے آتی ہیں۔ تب ہی

کامران کو کسی نے آ کر بتایا کہ انڈر ۱۳ کے ٹرائل ہو رہے ہیں وہ گراؤنڈ میں آ جائے۔ یہ اس کے ساتھی تھے جو اس کے ساتھ فٹ بال کھیلتے تھے انہوں نے اس کو تفصیل بتائی اور گراؤنڈ کی جانب چل پڑے اب اس کو معلوم ہوا کہ یہ ٹرائل کیا ہوتے ہیں ۔ کامران بھی جلدی سے اپنے دوست کے گھر گیا اور فٹ بال کھیلنے والے کپڑے اور جوتے ایک لفافے میں ڈلوا کر گراؤنڈ کی جانب بھاگ گیا۔

کامران گراؤنڈ پہنچا تو تمام لڑکوں نے اس کی جانب دیکھنا شروع کر دیا۔ کامران کے کپڑے نہایت گندے تھے جیسے وہ دوکان پر کام کرتا تھا وہ ویسے ہی اٹھ کر چل پڑا تھا۔ اس کے کپڑوں پر جگہ جگہ تیل کے نشان تھے اور کہیں کہیں سے

کپڑے پھٹے بھی ہوئے تھے۔ کامران کے پیروں میں چپل اور اس کے مٹی سے گندے پاؤں اس بات کی گواہی دے رہے تھے کہ وہ کسی غریب گھرانے سے تعلق رکھتا ہے لیکن کامران ہر چیز سے بے خبر اپنے ظاہری حلیے کو نظر انداز کیے ہوئے بیٹھ کر اپنی باری کا بے چینی سے انتظار کر رہا تھا۔ خدا خدا کر کے کامران کی باری آئی اس نے شاندار پرفارمنس دکھائی، ٹرائل لینے والی ٹیم نے کہا" تم اپنا نام موبائل نمبر لکھوا دو ہم تمہیں کال کر کے بلائیں گے" کامران نے کہا " میرے پاس موبائل نہیں ہے، آپ میرے کوچ کا موبائل نمبر لکھ سکتے ہیں" انہوں نے کہا" وہ ہی لکھوا دو۔ کامران نے اس کو نمبر لکھوایا اور وہاں سے واپس آ گیا۔

کامران ایک بار پھر اپنی دنیا میں مگن ہو گیا، اس کو یہ معلوم نہیں تھا کہ ٹرائل دینے کے بعد کیا ہوتا ہے۔ ایک دن کامران کے کوچ نے اس کو بلایا اور کہا" انڈر ۱۳ کی جو ٹیم لاہور جانا تھی جس کے لیے تم نے ٹرائل دیے تھے وہ چلی گئی ہے" کامران نے کہا" اچھا" کامران کے کوچ نے کہا تمہیں ان کے ساتھ جانا چاہیے تھا تمہارے ساتھ زیادتی نہیں ہونے دیں گے"۔ کامران نے کہا لیکن میں کھیل تو رہا ہوں اور میں خوش بھی ہوں"۔ کامران کے کوچ نے اس کو سمجھایا کہ آگے بڑھنا ضروری ہے۔ کوچ نے پیچھے پڑ کر اس کا نام میرٹ پر ہونے کا معلوم کرنے کے بعد اس کو کہا" تم لاہور جانے کی تیاری کرو باقی کام میں کروں گا۔" کامران نے کہا" ابا کو کون

منائے گا"۔ " کامران تم تسلی رکھو تمہارے ابا کو منانا، تمہیں فٹ بال لے کر دینا اور لاہور جانے کا سارا خرچہ میرا ہے۔" اب کامران کا کوچ کامران کو ساتھ لے کر اس کے گھر کی جانب چل پڑا۔ اگھر کا دروازہ کھٹکھٹانے کے بعد اس کے والد باہر آئے ان سے بات کرنے کے بعد جیسے ہی واپس مڑنے لگا تو کامران نے کہا" لیکن میرے میٹرک کے امتحان ہیں، میں تعلیم نہیں چھوڑنا چاہتا"۔ کوچ نے کہا" تمہاری مرضی ہے ایسے مواقع بار بار نہیں آتے۔" کامران کے باپ نے کہا" کامران تم جانے کی تیاری کرو" کامران نے ایک نظر باپ کو دیکھا اور اس سے لپٹ گیا۔

کامران کو اس کے کوچ نے ایک اور لڑکے کے ساتھ لاہور روانہ کرنے کے لیے بھیجا۔ لیاری کے علاقے سے پیدل چل کر باہر جا کر رکشہ لیا اور ان کو ایک گھر لے جایا گیا، کامران نے ایسا شاندار گھر کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ ساری رات ٹیلی ویژن دیکھتے رہے، کامران نے کبھی ٹیلی ویژن نہیں دیکھا تھا۔ وہ بڑا گھر اور ٹیلی ویژن دیکھ کر حیران و پریشان تھا۔ اگلے دن صبح صبح ان کو ٹرین پر بٹھا دیا گیا۔ کامران کی خوشی کی انتہا نہیں تھی اس نے لیاری کے علاقے سے باہر، پاس ہی کے علاقے تو دیکھے تھے لیکن کبھی ٹرین کا سفر نہیں کیا تھا۔ وہ کبھی اپنے گھر سے اکیلا جانے پر اداس ہو جاتا اور کبھی نظاروں میں کھو جاتا۔ آخر

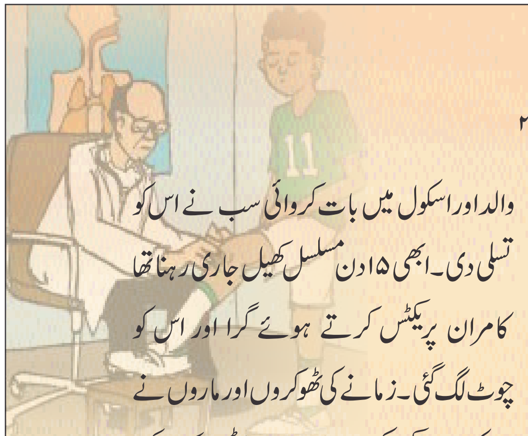

کار وہ لاہور پہنچ گئے، ان کے وہاں پہنچنے پر معلوم ہوا کہ میچ شروع ہو چکے ہیں اور سندھ کی ٹیم میچ بھی جیت چکی ہے۔ باقی کھیل ابھی جاری تھے کہ اچانک معلوم ہوا کہ کھیل روک دیے گئے ہیں اور ٹرائل دوبارہ ہوں گے کیونکہ انڈر ۱۳ میں بڑی عمر کے لڑکے بھی کھیل رہے تھے۔ کامران کی قسمت نے ساتھ دیا اور وہ سلیکٹ ہو گیا۔

کامران اداس بیٹھا تھا اس کے ساتھ والے لڑکے نے کہا" کیا وجہ ہے تم اداس کیوں ہو؟"

کامران نے رونا شروع کر دیا" مجھے گھر واپس جانا ہے، میرے امتحان ہونے والے ہیں مجھے اسکول سے نکال دیا جائے گا، تم میرے والد کو نہیں جانتے وہ مجھے بہت ماریں گے۔" کامران کی یہ حالت دیکھ کر کوچ نے کامران کے والد اور اسکول میں بات کروائی سب نے اس کو تسلی دی۔ ابھی ۱۵ دن مسلسل کھیل جاری رہنا تھا کامران پریکٹس کرتے ہوئے گرا اور اس کو چوٹ لگ گئی۔ زمانے کی ٹھوکروں اور ماروں نے اس کو بہت کچھ سکھا دیا تھا، اس نے ٹیم کے ڈاکٹر کو دکھانے کے بجائے باہر کسی ڈاکٹر کو دکھایا۔ ڈاکٹر نے کامران کو کہا" آپ بیس دن نہیں کھیل سکتے آپ کو آرام کرنا ہوگا"۔ کامران نے کہا" لیکن میں سندھ سے صرف فٹ بال کھیلنے آیا ہوں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں یہاں پہنچ کر کھیلنا چھوڑ دوں"۔ ڈاکٹر نے کہا لیکن آرام ضروری ہے۔ کامران نے کسی کو بتائے بغیر کھیل جاری رکھا اور تکلیف برداشت کی۔ آخر کار سندھ کی ٹیم کو برتری حاصل ہوئی کامران کے ہاتھ میں بہت سے گفٹ اور ۱۵ سے ۲۰ ہزار روپے تھے۔

کامران اس کھیل کے بعد پہلی مرتبہ ملک سے باہر گیا اور بنگلہ دیش میں کھیلا۔ کامران جس نے کراچی سے باہر جانے کا کبھی سوچا بھی نہیں تھا وہ آج ملک سے باہر کھیل رہا تھا اور مختلف ملکوں کے لوگ اس کے دوست بن چکے تھے۔

وہاں سے برتری حاصل کر کے واپس آنے پر اس کا اتنا پر جوش استقبال ہوگا اس بات کا اس کو اندازہ نہیں تھا۔ جیسے ہی وہ کراچی میں داخل ہوا لوگوں نے اس کے ساتھ تصاویر کھنچوائیں اور اس کو ایک سٹار کی طرح اہمیت دی۔ جب وہ اپنے علاقے میں آیا تو یہ دیکھ کر اور بھی حیران ہوا کہ جیسے ہی اس نے قدم رکھا لیاری کے لوگ اس کے آگے پیچھے تھے اس کو اٹھا کر گلیوں میں گھمایا گیا اور خوشیاں منائیں گئیں۔ کامران کے لیے یہ بہت اعزاز کی بات تھی کہ اس نے پاکستان کا نشان پاکستان کا رنگ زیبِ تن کیا ہوا تھا، پاکستان کا یہ کوٹ اس کی پہچان تھا وہ اپنا ہی نہیں بلکہ ملک وقوم کا بھی نام روشن کر رہا تھا۔ کامران کو اپنی کامیابی کی صرف خوشی تھی اس کو احساس ہی نہیں تھا کہ وہ کتنی بڑی شخصیت بن چکا ہے۔

اگلے دن کامران نٹ بولٹ کی دوکان پر کام کرنے کے لیے آیا تو کامران کے استاد نے کہا" تم یہاں کیوں آ گئے ہو؟" کامران نے حیرت سے کہا کیوں آپ مجھ سے ناراض ہو یا میری جگہ کسی اور کو رکھ لیا ہے؟"۔ کامران کے استاد نے کہا" جیتنے کے بعد میڈل لینے کے بعد تم یہ کام کرو گے؟ تم میرے بیٹے جیسے ہو ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ میں تمہیں نکالوں لیکن یہ کام تم پر اچھا نہیں

لگے گا، تم واپس اپنے فٹ بال کو جاری رکھو۔" کامران نے کہا" لیکن مجھے اپنا گھر چلانے کے لیے محنت کرنی ہے اسی وجہ سے میں تعلیم جاری رکھ سکوں گا۔"

کامران نے چند لمحے کچھ سوچنے کے بعد اپنی جیب سے ایک مہنگا موبائل نکالا اور استاد کو دکھایا" یہ دیکھو استاد اب میرے پاس فون بھی ہے"۔ استاد نے کہا" اسی لیے تو میں تمہیں کہتا ہوں کہ تم اب بڑے بندے بن گئے ہو"۔

کامران کو اس کے چچا اور کوچ نے بھی سمجھایا کہ اب وہ یہ کام نا کرے، چچا نے اس سے اس کی تعلیم کا خرچہ اٹھانے کا وعدہ کیا تو کامران نے کام چھوڑ دیا۔ کامران کا رزلٹ آ گیا تھا اور وہ کامیاب ہو گیا تھا۔ ایک بہترین اسکول کی جانب سے اس کو آدھی فیس پر داخلہ دے دیا گیا تھا۔ وہ اب اسکول کی جانب سے بھی فٹ بال کھیلتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ سوئی گیس کی کمپنی کی جانب سے بھی فٹ بال کھیل رہا ہے۔

• • • • • • • •

لیاری کی شان

اس رسالے کے ذریعے آپ سے آدھی ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ہم چاہتے ہیں کہ آپ بھی ہمیں آپنے خیالات سے آگاہ کریں کہ آپ کو اپنے ہی علاقے کے لوگوں کے بارے میں جان کر کیسا لگا اور کیا آپ ان لوگوں کو پہلے بھی جانتے تھے؟

آپ ہمیں ان لوگوں کی داستانیں بھی بھیج سکتے ہیں جو آپ کے علاقے میں کسی مثبت کام کرنے یا کروانے میں سرگرم ہیں۔اگر آپ نے اپنے علاقے میں کسی اچھے کام کی بنیاد ڈالی ہے، اگر آپ کو کبھی تشدد کا سامنا کرنا پڑا ہو یا آپ کسی غلط کام سے بھاگ کر کسی مثبت کام کی جانب آئے ہیں اس صورت میں بھی آپ اپنی کہانی ہمارے ساتھ شئیر کر سکتے ہیں۔

کیا آپکو لیاری کی مشہور شخصیات کے بارے میں معلوم ہے؟ اگر ہاں تو ان کے کوائف ہمارے ساتھ شئیر کر کے اس رسالے میں لیاری کی پہچان کو اجاگر کرنے کا حصہ بنیں۔اگر نہیں تو ہم آپکو بتاتے چلیں کہ۔۔۔۔

مشہور اولمپک باکسر حسین شاہ لیاری سے تعلق رکھتے ہیں۔
سکندر بلوچ جو باڈی بلڈنگ میں سابق مسٹر پاکستان رہے ہیں انکا تعلق بھی لیاری سے ہے۔
عمر بلوچ، غلام عباس اور استاد قاسم لیاری کے مشہور فٹ بال کھلاڑی ہیں۔
واجہ خیر محمد ندوی وہ سکالر ہیں جنھوں نے قرآن کو بلوچی زبان میں لکھا آپکا تعلق بھی لیاری سے ہے۔
واجہ غلام محمد نور الدین تعلیم کے شعبے سے تعلق رکھنے کے ساتھ ساتھ لیاری سے تعلق رکھتے ہیں۔
ان شخصیات کے بارے میں بھی مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے پڑھتے رہیے۔صرف یہی نہیں بلکہ آپ ہی کے علاقے لیاری میں بہت سے ایسے نام ہیں جنہوں نے نہ صرف لیاری کے لیے کام کیا ہے بلکہ دنیا بھر میں پاکستان کا نام بھی روشن کیا ہے۔

ادارے سے آگاہی

انڈویجوئل لینڈ (آئی ایل) پاکستان اپنے آغاز ہی سے نوجوانوں کی ترقی کیلئے مصروفِ عمل رہا ہے۔ "فرد میگزین" اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے، جو پچھلے دو سالوں سے نوجوانوں سے متعلق مختلف موضوعات پر روشنی ڈالنے میں اپنا کردار ادا کر رہا ہے۔اسی طرح پاکستان کے ۲۴ اضلاع میں "پیپ: نوجوان امن کے سفیر" کے عنوان سے تقریری مقابلوں کا کامیاب انعقاد، منتخب کردہ ۲۲ نوجوانوں کو لیڈرشپ اور کمیونیکیشن کی تربیت اور ٹیلی ویژن ریئیلٹی شو آئی ایل پاکستان کی کاوشوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔جنوبی پنجاب کے ۴ اضلاع اور خیبر پختونخواہ کے شہر پشاور میں مضمون نویسی کے مقابلے اور کامیاب ہونے والے طلباء وطالبات کی لیڈرشپ اور کمیونیکیشن پر دو زورہ تربیت کا انعقاد بھی انڈویجوئل لینڈ پاکستان کی کاوشوں کا نتیجہ ہیں۔انڈویجوئل لینڈ پاکستان نے جنوبی پنجاب میں نوجوانوں کو ایک متبادل فراہم کرنے کی خاطر ایک کامِک بُک "شکیباں" کا اجراء بھی شروع کیا ہے۔آئی ایل نے حال ہی میں لیاری کے محنتی اور کامیاب نوجوانوں کی کہانیاں عوام تک پہنچانے کا بیڑا اٹھایا ہے تاکہ خصوصاً لیاری کے نوجوان اِن کہانیوں سے سبق حاصل کر سکیں۔